مولانا حکیم عبدالوہاب صاحب نلہوری
ریٹائرڈ پرنسپل نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد (دکن)

قرآن مجید اور علم جنین تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں

طب نبوی کو جن لوگوں نے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور اس کی قدر و منزلت کو کم کرنے کی کوشش کی ان میں سب سے پہلا نام اسلامی دور کے نامور مؤرخ ابن خلدون کا آتا ہے، جس نے اپنے مقدمۂ تاریخ میں طب نبوی کو معیاری اور بلند پایہ تسلیم نہیں کیا، جس کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قوانین الٰہی کی تعلیم، روحانی اصلاح اور تزکیۂ نفس ہے۔ جسمانی علاج اور اس کے بارے میں معلومات فراہم کرنا مقصود نہیں تھا۔

مشرقی مفکرین پر ابن خلدون کی اس رائے زنی کا کوئی خاص اثر تو نہیں پڑا البتہ مغربی مفکرین جنہوں نے اسلامیات پر قلم اٹھایا اور تصنیف و تالیف کی ہے۔ جن کو مستشرقین کہا جاتا ہے۔ اسلام کے اس عظیم مؤرخ کی رائے کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے اور اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہیں، ان کی یہ کوشش و روش طب نبوی تک ہی محدود نہیں رہی، بلکہ انہوں نے قرآن حکیم کے ان بلیغ اشاروں اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ اصول کو بھی قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جو انسانی تخلیق، تصور مرض و شفا اور قوانین صحت کے بارے میں جابجا وارد ہوئے ہیں۔ یا تو انہوں نے اس کا سطحی مطالعہ کیا۔ اور اسکی گہرائیوں تک پہنچنے کی توفیق انہیں نہیں ہوئی۔ یا قرآن کی علمی و حکیمی قدروں کا اندازہ لگانے کے باوجود انہوں نے جان بوجھ کر اس کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی۔

ہم طبّ نبوی کے مقاصد اور قرآن حکیم کے بعض علمی و فنّی اشارات کی جدید تحقیقات کی روشنی میں تشریح کرنے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک عام تمہیدی بیان میں قرآن حکیم کے اسلوب بیان اور بعثت نبوی کے اصل مقصد پر اجمالی بحث پیش کریں۔ تاکہ منصب رسالت اور طبّ نبوی کی حقیقی صورت اور قرآن مجید کے حکیمانہ اشارے کھل کر سامنے آجائیں۔

قرآنِ مجید کے بارے میں یہ مفروضہ غلط ہوگا کہ وہ کوئی طبیعات، فلسفہ، طب اور دیگر علوم کونیہ کی کتاب ہے۔ پھر اس خیال کو ذہن میں سما کر اس طرح درپئے تفتیش ہونا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ علمی مطالب ومباحث کے لئے قرآن میں مخصوص باب اور عنوان ہوں گے۔ بدقسمتی سے جن مفکرین نے اس مفروضہ وخیال کو ذہن میں رکھ کر علم وحکمت کے مسائل کو جدید ترتیب واسلوب کے لحاظ سے قرآن مجید میں تلاش کیا۔ ان کو اپنے مقصد میں ناکام ہونا پڑا۔ نیز بعض آیات کونیہ کی توجیہ وتعلیل بظاہر ان کے نظریات ومفروضات کے مغائر نظر آئی تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ خالص مذہبی کتاب ہے۔ علم وحکمت کی باتیں اس میں بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ معیارِ عقل پر پوری نہیں اترتیں۔

مذکورہ بالا ذہنیت رکھنے والوں کے روبرو یہ حقیقت واضح کی جاتی ہے۔ کہ قرآن حکیم ان کے مفروضہ خیالات سے بالاتر کتاب ہے۔ اس کا طرزِ استدلال اور اسلوب بیان عام کتابوں سے جداگانہ ہے۔ یہ کتابِ الٰہی ہے، جس میں انسان اور کائنات کی حقیقت درج ہے۔ کہیں اجمالی شکل میں تو کہیں تفصیلی رنگ میں، عقلِ سلیم رکھنے والے ہی اس سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ کج فہموں اور کوتاہ بینوں پر اس کے اسرار ورموز واہنیں ہوتے، اگرچہ اس میں ابواب وعنوانات کی شکل میں علوم وفنون کے بارے میں مباحث ومضامین درج نہیں ہیں، لیکن اگر انسان اپنے ذہن رسا اور فہم وبصیرت سے کام لیکر علم وحکمت کے بنیادی اصول کو قرآن کی تکوینی آیات میں دریافت کرنے کی سعی کرے اور قرآن فہمی کے ضابطوں کی پابندی کرتے ہوئے تحقیق وتفتیش کے درپے ہو تو وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ فطرتِ انسانی کا کوئی گوشہ اور علوم کونیہ مثلاً طب، نفسیات وطبیعات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس پر قرآنِ حکیم نے اپنے بلیغ انداز میں روشنی نہ ڈالی ہو؟ ہم ذیل میں نمونے کے طور پر قرآنِ مجید کے طرزِ استدلال کو جو اس نے طب کے بعض علمی نظریات کو واشگاف کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، پیش کرکے جدید تحقیقات کی روشنی میں ان کی تشریح کرتے ہیں۔

قرآن اور تخلیقِ انسان | قرآن حکیم نے انسان کو اپنی تخلیق کی ماہیت پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ	انسان کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ	بنا۔ بنا وہ اچھلتے پانی سے جو پشت
مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ	اور سینہ کے مابین سے نکلتا ہے۔

(الطارق)

پھر خود ہی تخلیقی نکتہ کو نہایت جامع الفاظ میں اظہار کر دیا اور باقی تفصیلات ذہن انسانی کی جستجو پر چھوڑ دیں، چنانچہ دانشوروں نے اس نکتہ کو پالیا۔ نطفہ کی حقیقت اور منی کی اصلیت دریافت کر لی اور اس کا خوردبینی مشاہدہ کر کے اس کے خدوخال کو نمایاں کر دیا۔ جس کو ہم مختصراً ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

منی کی اصلیت | منی دراصل ننھے ننھے کیڑوں (حونیات) کا مجموعہ ہے۔ جن کو خصیتے جو انڈے کے برابر کی دو گٹھلیاں ہیں اپنے مخصوص فعل کے ذریعہ خون کے اجزائے غذائیہ سے چھانٹ کر بنا لیتے ہیں۔ ہر حوین منوی ایک خلیہ ہے جس کا سر جسم اور دم ہوتی ہے۔ اس کا سر خلیہ کا نواۃ ہے، اس میں نہایت تیز حرکت ہوتی ہے۔ خوردبین سے دیکھنے پر باریک کیڑا یا جونک سا دکھائی دیتا ہے۔ انسان کے جسم سے باہر آنے کے بعد کچھ عرصہ تک زندہ رہتا ہے۔

خصیوں کی طرف جو خون روانہ ہوتا ہے، اس کو لانے والی دو باریک لمبی شریانیں ہیں جو اورطی سے نکلتی ہیں۔ یہ اورطی قلب سے نکلتی اور سینہ کے پیچھے سے ہوتی ہوئی تقریباً پشت کے آخری سرے تک پھیل جاتی ہے۔ پشت مہروں کا ایک سلسلہ ہے، اس طرح جو خون دارخصیہ ہوتا ہے وہ خصیوں کو غذا پہنچانے اور اس کے خلئے غذا حاصل کرنے کے بعد منقسم ہونے لگتا ہے، اور انقسام کے نتیجہ میں یہ حونیات منوی پیدا ہوتے ہیں۔ اور اوعیہ منویہ (منی کے دو کیسے) میں جمع رہتے اور قاذف نالی کے ذریعہ جماع کے وقت منی بہ ذریعہ انزال خارج ہو جاتی ہے۔ آیت میں ماء دافق سے مراد منی ہے۔ اور صلب وترائب کو منی کی تولید وحصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن اور علم الجنین | تخلیقِ انسان اور جنینی مرحلوں سے متعلق قرآن حکیم کی حسب ذیل آیات میں روشنی ڈالی گئی:

یاایھا الناس ان کنتم فی ریب	اے لوگو! اگر تم شبہ میں ہو جی اٹھنے میں
من البعث فانا خلقنکم من تراب	تو ہم نے تم کو بنایا مٹی سے، پھر نطفہ سے،
ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم	پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت
من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ	کے لوتھڑے سے، کبھی پورا، کبھی ادھورا
لنبین لکم ونقر فی الارحام	تاکہ ہم کھول کر بتلادیں تم کو، اور ہم ٹھہراتے
مانشاء الی اجل مسمی ثم	ہیں رحم میں جتنا ہم چاہیں ایک وقت تک
نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا	پھر نکالتے ہیں۔ تم کو بچہ بنا کر، پھر پہنچو اپنی
اشدکم الایہ۔ (الحج۔ آیہ۵)	جوانی کو۔

اس مضمون کو ایک اور مقام پر قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا المضغۃ عظماً فکسونا العظم لحماً ثم انشأنٰہ خلقاً اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ (المومنون)

اور ہم نے بنایا انسان کو خلاصہ سے مٹی کے پھر رکھا ہم نے اس کو پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں، پھر بنایا ہم نے نطفہ کو خون جما ہوا، پھر بنایا اس کو گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اس بوٹی میں ہڈیاں پھر پہنایا ان پر گوشت، پھر اٹھایا اس کو ایک نئی صورت میں۔ پس بلند و بالا تر ہے، اللہ تعالیٰ جو بہتر بنانے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں نطفہ۔ امشاج۔ قرار مکین۔ علقہ۔ مضغۃ۔ عظام لحم وغیرہ، ایسے الفاظ و اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، جو جنینیات (علم الجنین) سے متعلق اور جنینی مرحلوں کیطرف رہنمائی کرتی ہیں۔

نطفہ | جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انسان عورت کے اس بیضہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو مرد کی منی کے کیڑوں سے بار آور ہوا ہو۔ وہ نطفہ امشاج ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج۔ (الدھر آیۃ ۲) بیشک ہم نے بنایا انسان کو ملی جلی بوند سے۔

نطفہ کا اطلاق ہر کم و بیش سیال مادہ (ماء = پانی) پر ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح مرد کی منی نطفہ کہلاتی ہے، اسی طرح عورت کے بیضے جو بیضی کیسوں (بیضہ انثیٰ کا مقام) اور قاذف نالیوں کے افرازی سیال میں تیرتے رہتے ہیں نطفہ کہلاتے ہیں۔ امشاج سے مراد اخلاط (ملی جلی رطوبات) ہیں۔ حمل کے لئے مادہ منی کا ان سیال کے ساتھ اختلاط ضروری ہے، جس میں بیضہ انثیٰ ہوا کرتا ہے۔

کسی کو یہ گمان نہ ہونا چاہئے کہ بیضہ دان سے جب بیضہ کا خروج ہوتا ہے، تو عورت کو اس کا احساس ہوتا ہوگا۔ اور وہ اس سے لذت پذیر ہوتی ہوگی۔ ایسے تو اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ خالی آنکھ سے بیضہ انثیٰ کا دیکھنا ممکن نہیں، خواہ کتنے ہی بڑے جاندار خلیات ہوں، کیونکہ بیضہ کا قطر ۰۲۔۰ ملی میٹر ہوتا ہے۔ تکوینی مرحلوں کے دوران میں بیضہ انثیٰ تمام تر اپنی اندرونی جھلی میں منقسم ہوتا رہتا ہے۔ جوں جوں یہ بڑا ہوتا ہے، جھلی بھی بتدریج پھیلتی جاتی ہے۔

علقہ | قرآن مجید میں جس علقہ کا ذکر ہوا ہے، وہ پہلے جنینی مرحلہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ علقہ

بیشمار چھوٹے چھوٹے ہم شکل خلیوں مثلاً کریات دم (خون کے دانے) سے مرکب ہوتا ہے۔ اس کا کوئی جز ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا۔ یہ خلئے بار آوری کے بعد بیضہ کے تقسیم پذیر ہونے کے نتیجہ میں متعدد ہوجاتے ہیں۔ اس لئے خون کے لوتھڑے سے مشابہ نظر آتے ہیں۔ بالخصوص وہ جو خون کے سفید دانوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ (منافع الاعضاء بلی برٹن مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱۰)

مضغہ | نطفہ جب علقہ بن جاتا ہے تو اس کے خلئے منقسم ہونے لگتے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے سے جکڑا ہوجاتے ہیں پہلے مہینہ کے آخر میں اس کا حجم کبوتر کے انڈے کے برابر ہوجاتا ہے۔ اب یہ مضغہ کہلاتا ہے، کیونکہ یہ گوشت کی اس بوٹی کی مقدار میں ہوتا ہے، جو منہ میں چبائی جاتی ہے۔ اس کے بعض اجزاء بن چکے ہوتے ہیں، اور بعض ابھی ادھورے رہتے ہیں۔ جیساکہ پہلی آیت میں مخلقہ وغیر مخلقۃ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اس مرحلہ میں بدن کے بالائی اور زیرین اطراف ظاہر ہوتے ہیں۔ قلب کا دایاں حصّہ بائیں حصّہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مہینہ کے درمیانی ایام میں ہڈیوں کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔

ساتویں ہفتہ میں یعنی مذکورہ ہڈیوں کے نمودار ہونے کے بعد عضلات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ یہ ظہور ان خلیوں کے انقسام کی بدولت ہوتا ہے، جو ہڈیوں کے آس پاس ہوتے ہیں۔ یہاں ہڈیوں سے مراد وہ کڑیاں ہیں جو بعد میں ہڈیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔

جب جنین کا نشوونما مکمل ہوجاتا ہے تو وہ بچّہ کی شکل میں رحم سے باہر نکل آتا ہے۔ اس کی حالت اس وقت ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز سے آشنا نہیں ہوتا، پھر وہ رفتہ رفتہ ہر چیز سیکھ لیتا ہے یہاں تک کہ ایک دوسری مخلوق بن جاتا ہے۔ پہلے وہ ایک نادان سا بچّہ تھا، اب بڑا ہوکر اپنی عقل ودانائی کے زور پر رازکے پردے چاک کر دیتا اور اپنی فکر وادراک کے بل بوتے پر ملاءاعلیٰ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

قرآن کے پانچ جنینی ادوار | اوپر کے بیان سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جو جنینی ادوار مذکور ہوئے ہیں، وہ حقیقت پر مبنی ہیں، جن میں ہم مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں بطور خلاصہ درج کرتے ہیں۔

دور نطفہ | نطفہ ایک سیّال مادہ ہے، جو مرد کی منی اور اس سیال پر بولا جاتا ہے۔ جس میں بیضۂ انثیٰ تیرتا رہتا ہے۔ دراصل یہ سیال کیسۂ بیض اور قاذف کا فراز ہے۔ جیساکہ اوپر گذرچکا۔ اس دور میں حیوانات منوی بیضہ کے ساتھ ملاپ کھاتے ہیں۔ اس طرح نطفہ قرآنی اصطلاح میں امشاج

بن جاتا ہے۔

دور علقہ | اس مرحلہ میں بیضۂ بارآور ہونے کے بعد متعدد ایک جیسے خلیوں میں منقسم ہو جاتا ہے اور یہ سب خلیے باہم مل جل کر جمے ہوئے خون کا ٹکڑا (لوتھڑا) بن جاتے ہیں۔

دور مضغہ | یہ وہی بیضۂ انثیٰ ہے جو نشو و نما پاکر مقدار میں بڑھ گیا اور بوٹی کے برابر ہو گیا ہے۔ اس کے بعض اجزاء بن چکے ہیں۔ اور بعض ابھی زیر تکوین و تشکیل ہیں۔ یہ تخلیق و تکوین کا ابتدائی دور ہے۔

دور تکمیل | اس کا آغاز نرم اعضاء مثلاً عضلات کے ظہور سے ہوتا ہے، جو ہڈیوں پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ مرحلہ جنینی تکوین کی تکمیل پر ختم ہو جاتا ہے۔

مابعد ولادت دور تعلیم و تربیت | جس کو قرآن نے نئی صورت (خلقاً آخر) سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ جو انسان جانور سے بھی پست ترین درجہ میں تھا، اب وہ تمام زندہ مخلوقات سے زیادہ ترقی یافتہ ہو گیا ہے، اسی لئے خالق کائنات نے فرمایا:

وقد خلقکم اطواراً۔ اس نے تمہیں کئی درجوں (حالتوں) میں پیدا کیا۔

جنین کے تین تاریک گوشے | جنین رحم کے اندر جن محفوظ اور بند مقامات میں پرورش پاتا ہے۔ انہیں قرآن نے ظلمات سے تعبیر کیا ہے۔

یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقاً من بعد خلق فی ظلمات ثلاث۔ پیدا کرتا ہے وہ تمہیں اپنی ماؤں کے پیٹ میں یکے بعد دیگرے گھپ اندھیروں میں۔

ظلمات سے مراد یا تو یہ تین مقامات ہیں۔ ۱۔ شکم۔ ۲۔ رحم ۳۔ جنینی جھلیاں جو سیال امینوسی پر مشتمل ہوتی ہیں، یا ان تینوں گوشوں سے مراد یہ ہیں؛

۱۔ مبیض (بیضہ دان) جس میں بیضہ ایک خاص کیسہ کے اندر تشکیل پاتا ہے۔

۲۔ قاذفین، جہاں بیضہ حوینیات منوی سے ملاپ کھاکر بار آور ہوتا ہے۔

۳۔ رحم، جہاں جنین بنتا ہے۔

ولادت کے دوران میں جنینی جھلیاں پھٹ جاتی ہیں اور ان کے اندر کا پانی بہنے لگتا ہے۔ اور اسی بہاؤ کے زور پر جنین رحم سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے پیچھے یہ جھلیاں آنول سمیت نکل آتی ہیں۔ اور نیز رحم کی جھلیاں بھی ساقط ہو کر وضع حمل کے بعد از سر نو تشکیل پاتی ہیں۔ جنین ماں کے پیٹ میں نہ سانس لیتا ہے، اور نہ کھاتا پیتا ہے، بلکہ ضرورت کے مطابق صرف اپنی ماں کے خون سے غذا

حاصل کر لیتا ہے۔

حیض، ایک فاسد مادہ ہے۔

ویسئلونک عن المحیض	لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں،
قل ھو اذیً فاعتزلوا النساء	آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے، تو
فی المحیض ولا تقربوھن	حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو، اور
حتیٰ یطھرن۔	ان سے قربت مت کیا کرو۔ جب تک
(البقرہ : آیت ۲۲۲)	کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔

جنسی تعلقات کے بارے میں قرآن حکیم نے جو اصول مقرر کئے ہیں، اگر ان میں سے کسی کی خلاف ورزی ہو جائے تو اس کے مضر اثرات مرد اور عورت پر واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ حالت حیض میں عورت سے قربت کرنے سے جو عوارض لاحق ہوتے ہیں، ان کو طبی کتابوں میں واضح کر دیا گیا ہے۔ نیز حیض کا مادہ فاسد ہونا جدید تحقیقات کی رُو سے صحیح ثابت ہو چکا ہے۔

جسم کے افرازات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو جسم کے افعال مثلاً ہضم یا تناسل کو باقاعدہ رکھنے میں کارآمد ہے، یعنی یہ ایسے اندرونی افرازات ہیں، جو جسمانی نظاموں اور ساختوں کے افعال کو منظم رکھتے ہیں، یہ قسم افراز داخلی یا باطنی (Secretion) سے موسوم ہے، یہ زندگی کے لئے ضروری اور کارآمد ہے۔ اس سے کسی قسم کا ضرر واقع نہیں ہوتا۔

دوسری قسم وہ ہے جو جسم کے لئے بیکار اور فاضل ہے، اور اس کا جسم سے خارج ہو جانا ضروری ہے، یہ ایسے سمی اور فاسد مادوں سے تشکیل پاتی ہے، جو اگر جسم میں باقی رہ جائیں تو نقصان کا باعث ہوں گے۔ اس کی مثال پیشاب، پاخانہ، پسینہ اور حیض وغیرہ ہے۔ اس قسم کا افراز خارجی (Excretion) کہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے انسان کو جو کہ اب تک افرازات کی کسی قسم سے واقف نہیں تھا، یہ تعلیم دی کہ حیض ایک فاسد مادہ ہے، اور وہ جسم کے لئے سود مند نہیں ہے۔

آیت کا دوسرا جز "تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہا کرو۔" اصول صحت اور نفسیات کی رُو سے نہایت اہم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ داخلی گلٹیوں کے افرازات کے باعث اعضاء تناسل میں احتقان (گھٹن) کی کیفیت اور اعصاب میں اضطرابی حالت رونما ہو جاتی ہے۔

زمانۂ حیض میں جماع کو حرام قرار دینے کے اسباب حسب ذیل ہیں:

۱۔ زنانہ اعضاء تناسل کو جماع کے ذریعہ اس وقت برانگیختہ کرنے سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خون

رک جاتا ہے، جس سے عورت کی صحت بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ التہاب دونوں مبیضین کو سکیڑ دیتا اور بانجھ پن کا موجب ہو جاتا ہے؛ نیز ایسے وقت میں عورت کی خواہش جنسی کو ہوا دینا اس کے اندرونی اعضاء کے لئے ضرر رساں ہے۔ اس سے بعض اوقات التہاب رونما ہو جاتا ہے

۴۔ حیض کا مواد مرد کے قضیب کی نالی میں داخل ہو کر بعض اوقات اس میں التہاب اور بعض مرتبہ زخم پیدا کرتا ہے۔ یہ التہاب کبھی خصیوں تک پہنچ کر ان کو اذیت میں مبتلا کر دیتا اور نا اکثر اوقات اس سے مرد میں بانجھ پن پیدا ہو جاتا ہے۔

الحاصل حیض کی حالت میں مجامعت سے بعض اوقات مرد اور عورت میں بانجھ پن پیدا ہو جاتا ہے، اور ان دونوں کے اعضاء میں التہاب کا سبب بن جاتا ہے۔ جو ان کی صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ اتنا ہی نقصان کیا کم ہے۔ اس لئے آجکل تمدن یافتہ ملکوں کے اطباء ایسے وقت میں جماع کی مخالفت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم نے کئی صدیوں پہلے اس کو ممنوع قرار دیا۔ بلا شک و شبہ یہ مرد و عورت دونوں کے لئے اذیت کا باعث ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر امراضِ نسواں کے ماہرین حیض کے دوران میں اپنے مریضوں کا معائنہ نہیں کرتے۔ نیز وہ ایسی حالت میں جماع سے بھی پرہیز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں،

حمل کی پہچان | جب تک تین مہینے کی مدت نہ گذر جائے حمل کی تشخیص مبہم اور غیر یقینی سی ہے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ۔ (البقرہ آیہ ۲۲۸) — اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض تک۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ تین مہینہ کی مدت میں علامات حمل کا ظہور ہو جاتا ہے۔ یعنی حیض کا وجود نہ ہونا، معدہ میں بے چینی، شکم کے زیریں حصہ کا بڑھ جانا، یہ استقرارِ حمل کی اہم علامات ہیں۔ تین مہینہ کی مدت کے مقرر کرنے میں بڑی حکمت اور نکتہ رسی شامل ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے مہینہ میں حمل کا ثبوت فراہم کر دینا نہایت مشکل ہے، خواہ فن دایہ گری کے خصوصی ماہرین کتنا ہی زور ماریں اور ماہر کیمیا دان اپنی تجربہ گاہوں میں کتنی ہی چھان بین اور دقیقہ رسی کا مظاہرہ کریں حمل کی شناخت اس مدت سے بہتر نہیں کر سکتے۔ ہاں مقررہ مدت کے بعد حمل کے اعراض و علامات کا ایک عامی شخص بھی مشاہدہ کر لیتا ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ ۔ (البقرۃ : آیۃ ۲۳۳)	اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں۔ یہ مدت اس کے لئے ہے، جو شیرخوارگی کی تکمیل کرنا چاہئے۔

اس میں شک نہیں کہ طبی نقطۂ نظر سے ماں کا دودھ ہر قسم کے مصنوعی اور عام دودھ کی نسبت خواہ وہ ماں کے دودھ کے کتنے ہی مشابہ ہو، مناسب ترین غذا ہے، ماں جو بچّہ کو دودھ پلاتی ہے۔ اس میں کئی اہم فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دودھ ماں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے بعض مادوں کا افراز ہے۔ جس کی افزائش اسی مقصد کے پیشِ نظر دوران حمل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ رضاعت بذاتِ خود اعضائے تناسل کے لئے مفید اور کارآمد ہے۔ بعض کے نزدیک عمل رضاعت حمل کی استعداد کو کم کر دیتا، اور فوری حمل کے استقرار کو جو عورت کی قوت کو توڑ دینے کا باعث ہے۔ روکے رکھتا ہے۔ مدّت رضاعت کتنی ہے، یہ مسئلہ اکثر علماء کے درمیان موضوع بحث و نظر ہے۔ ہمیں اس میں غور کرتے وقت بچّہ اور ماں کی صحت اور ان دونوں کے ماحول کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رضاعت کے لئے جو دو سال کی مدّت مقرر کی گئی ہے، وہ اس کی انتہائی مدّت ہے۔ اس کے بعد لازم ہو جاتا ہے کہ بچّہ کو دوسری غذا دی جائے، جو دودھ کے علاوہ ہو۔ ▬▬

بقیہ : اسلامی معاشیات

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے ان کے لئے مغفرت بھی ہے، اور عزّت کی روزی بھی۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے :

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ، اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ ۔ (سبا - ۴)

تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت بھی ہے۔ اور عزّت کی روزی بھی۔

اس کی روشن ترین مثال خلفاء راشدین کے دور کی ہے، اس معاشرہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کے دین پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق کریم عطا فرمایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں تو مسلمانوں کی معاشی خوشحالی انتہاء کو پہنچ گئی تھی۔ ▬▬